E- ISSN 2582-5429

Akshara Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

AMRJ

July- September 2021 Vol. 03 Issue. I

SJIF Impact- 5.54

42

آزادیِ کامل کا علمبردار مجاہد: حسرتؔ موہانی

ڈاکٹر شیخ آفاق انجم

آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج، جلگاؤں

۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کا دور ہندوستان کی تاریخ میں جد وجہدِ آزادی کا دور کہلاتا ہے۔ حالانکہ ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی کو بعض برطانوی مورخین نے غدر کا نام دیا ہے اور بعض نے سپاہیوں کی بغاوت، لیکن تاریخ کے دریچوں سے اگر ماضی میں جھانکیں تو پتہ چلتا ہے کہ دراصل یہ وہ آگ تھی جو پلاسی کی جنگ کے بعد سے ہندوستان کے کروڑوں لوگوں کے دلوں میں بھڑک رہی تھی۔ ہندوستان کی جنگِ آزادی کی داستان دراصل ۱۷۵۷ء سے شروع ہوکر ۱۹۴۷ء پر ختم ہوتی ہے۔ آزادی کی تاریخ کا کوئی ورق بھی ایسا نہیں ہے جس میں مسلم مجاہدین کا ذکر نہ ہو۔ ہندوستان کی آزادی میں اُن کا بھی اُتنا ہی حصہ ہے جتنا دوسری قوم کے جانبازوں کا۔ ہزارہا مسلمانوں نے مُلک کی آزادی کے لیے ہر طرح اور ہر قسم کی قربانیاں دی ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی بعد انگریزوں نے تحریکِ آزادی کے مجاہدین پر ظلم وجبر وتشدد کی انتہا کردی لیکن پھر بھی اس تحریک کو پوری طرح دبانے میں کئی سال لگ گئے۔ متعدد علمائے کرام اور تحریکِ آزادی کے کئی قائدین شہید کردیے گئے، بعض کو کالا پانی کی سزا ملی، کچھ جلاوطن ہوگئے اور کچھ کو حوالۂ زنداں کردیا گیا۔ ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں قید وبند کی صعوبتیں جھیلنے والے مسلم مجاہدینِ آزادی کی ایک لمبی فہرست ہے۔ بلاشبہ ان میں ایسے کئی نام ہیں جن کے خدوخال کو وقت کی دبیز چادر گردنے بے حد دھندلا کردیا ہے اور نسلِ نو توان جاں نثارانِ وطن کے ناموں تک سے واقف نہیں ہے۔ ان ہی فراموش کردہ مجاہدینِ آزادی میں ایک نام مولانا حسرتؔ موہانی کا بھی ہے۔

حسرتؔ کا پورا نام سیّد فضل الحسن اور حسرتؔ تخلص تھا۔ والد کا نام سید اظہر حسن تھا۔ حسرتؔ قصبہ موہان، ضلع اناؤ (یوپی) کے سادات خاندان میں میں پیدا ہوئے۔ حسرتؔ کی شخصیت مختلف پہلوؤں کا مرکب ہے۔ جس میں جد وجہدِ آزادی کے بے خوف مجاہد، بے باک صحافی اور ایک بلند پایہ شاعر جیسی خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں حُب الوطنی کا جذبہ اُن کے سینہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حُب الوطنی بنی نوعِ انسان کا فطری جذبہ ہے۔ ہر حساس انسان کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے۔ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، جس جگہ اُس کی پرورش ہوتی ہے وہ جگہ اُس کے جذبات ومحسوسات کا اولین مرکز ہوتی ہے۔

حُب الوطنی کے تعلق سے احمد ندیم قاسمی کا خیال ہے کہ جو شخص اپنے وطن اور قوم سے محبت نہیں کرسکتا، وہ کسی سے محبت نہیں کرسکتا۔ اُسے حُسن وخیر اور عدل وتوازن کا شعور بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ حالیؔ جیسا باکمال اسلامی افکار کا حامل شاعر اپنے کلام میں جذبۂ حُب الوطنی کی صراحت اس پیرائے میں کرتا ہے۔

جن وانسان کی حیات ہے تو　　مُرغ ماہی کی کائنات ہے تو

سب کو ہوتا ہے تجھ سے نشونما　　سب کو بھاتی ہے تیری آب وہوا

تیری اک مُشتِ خاک کے بدلے　　لو نہ ہرگز اگر بہشت ملے　۱

امام المتغزلین حسرتؔ موہانی نے اُردو غزل کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ تغزل اُن کے کلام کا وصفِ خاص تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ علم وادب کے ذریعے آپ ''امام المتغزلین'' کے معزز لقب سے نوازے گئے۔ آپ شعر گوئی میں اپنا مخصوص لب ولہجہ رکھتے تھے۔ حسرتؔ کے پاس شعر وسخن کے لیے درکار لطیف جذبات بھی تھے اور اُن کے سینے میں جنگِ آزادی کی آگ میں جھلس جانے کے لیے تیار آہنی قلب بھی تھا۔ وہ دیوانہ وار جد وجہدِ آزادی میں کود پڑے تھے۔ اُن کی اسی شجاعتِ ذی ہشم اور عزمِ مُصمم کی وجہ سے وہ پورے مُلک میں ''رئیس الاحرار'' کے پُر ہیبت لقب سے جانے جاتے تھے۔ یہ حسرتؔ ہی کی انفرادی شخصیت تھی جو بیک وقت لطیف جذبات کے ترجمان 'امام المتغزلین' اور آہنی حوصلہ رکھنے والے 'رئیس الاحرار' کے القابات سے نوازی گئی۔

حسرتؔ موہانی زمانۂ طالب علمی ہی سے سیاست میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ امتحان پاس کرنے سے پہلے ہی سیاست اور وطنِ آزادی کے اس قدر دلدادہ ہوچکے تھے کہ تین مرتبہ حریت کا نعرہ بلند کرنے پر ایم۔اے۔او۔کالج علی گڑھ سے نکالے گئے تھے۔ لیکن جولا اُن کے دل میں فروزاں ہوچکی تھی وہ سرد پڑنے کی بجائے روز بروز تیز تر ہوتی گئی۔ امتحان دیتے ہی نتیجہ کا انتظار کئے بغیر حسرتؔ نے علی گڑھ میں 'اُردوئے معلیٰ' کا ڈکلیریشن داخل کردیا اور اس کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۰۳ء میں چھپ کر نکل گیا۔ بی۔اے۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اچھی اور باعزت ملازمت اور پروفیسری کا دعوت نامہ ملا مگر حسرتؔ ارادہ کرچکے تھے کہ وہ صحافت وسیاست نہ چھوڑیں گے۔ آپ بطور مدیر 'اُردوئے معلیٰ' کالج سے فارغ ہوئے اور شہر علی گڑھ میں آباد ہوگئے۔ اس مشن میں اُن کے اساتذہ

E- ISSN 2582-5429
Akshara Multidisciplinary Research Journal
Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
July- September 2021 Vol. 03 Issue. I SJIF Impact- 5.54

پروفیسر چکرورتی، ڈاکٹر ضیاالدین، صاحبزادہ آفتاب احمد خان، سید سجاد یلدرم، مولانا شوکت علی، جناب بہادر سید ابو محمد وغیرہ کے خلوص وہمدردی نے بھی اہم رول ادا کیا۔ اس سے قبل حسرتؔ 'مخزن' نامی اخبار نکالتے تھے۔ جولائی ۱۹۱۴ء سے حسرتؔ نے 'تذکرۃ الشعرا' نامی سہ ماہی رسالہ بھی جاری کیا۔' ۲

ہندوستان کی جنگِ آزادی میں حسرتؔ کے شہرۂ آفاق رسالے 'اردوئے معلیٰ' نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس رسالہ میں ادبی تخلیقات کے علاوہ سیاسی مضامین بھی ہوا کرتے تھے۔ آپ کے معرکتہ الآراء مضامین کا شہرہ ملک بھر میں تھا۔ ڈاکٹر افضل مصباحی اپنی تصنیف میں رسالہ 'اردوئے معلیٰ' کے معیار اور انفرادیت کے تعلق سے یوں رقمطراز ہیں۔۔۔

'مولانا کا یہ رسالہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام ہندوستانی عوام میں سیاسی شعور، بیداری اور معاشرہ کی اصلاح تو کرہی رہا تھا، اس کے علاوہ اس نے اردو ادب کی بھی زبردست خدمت کی۔ اس میں اُس وقت کے تمام قلمکار لکھتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ رسالہ اُردو صحافت کے ایسے رسالوں میں شمار ہوتا ہے جن کی مثال کم کی ملتی ہے۔ اس میں انگریزی اخبارات سے بھی بہت سے تراجم شائع کیے جاتے تھے۔ باوجود ترجمہ کے اس کی زبان کی ساخت، اصلیت، سلاست اور شائستگی ختم نہیں ہونے دی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے اس کا صحافتی معیار باقی رہا۔ اس رسالے میں سیاسی، سماجی اور مذہبی کے ساتھ ساتھ تہذیبی وثقافتی پہلو کا ہمیشہ خیال رکھا گیا۔ انہوں نے بڑے واضح انداز میں مسلمانوں کو ادب کے مختلف فنونِ مصوری، شاعری، موسیقی اور نقاشی کی ترغیب دی ہے۔ ایک جانب جہاں مولانا نے اپنے قلم سے اس کے اصولوں کو محفوظ رکھا وہی دیگر قلمکاروں نے اس کا پورا خیال رکھا۔ اسی لیے اسے اردو صحافت میں ایک مختلف ومنفرد مقام حاصل ہے۔' ۳

'اردوئے معلیٰ' کے جون ۱۹۰۸ء کے شمارے میں ایک مضمون 'مصر میں انگریزوں کی حکمتِ عملی' شائع ہوا۔ جس پر برٹش حکومت نے مقدمہ چلایا۔ سید سلیمان ندوی کے قول کے مطابق وہ مضمون علی گڑھ کے طالب علم اقبال سہیل کا تھا۔ دورانِ مقدمہ استغاثہ نے آپ سے بار بار اصرار کیا کہ آپ اصل مضمون نگار کا نام بتا دیں تو آپ کی گلوخلاصی ہوجائے گی، مگر حسرتؔ جیسا سچا محبِ وطن اور پکا مردِ مومن کہاں اس راز کو افشا کرنے والا تھا۔ لہٰذا انہوں نے یہ الزام اپنے سر لے لیا۔ ۲۳ جون ۱۹۰۸ء کو حسرتؔ پہلی بار گرفتار ہوئے اور ۴، اگست ۱۹۰۸ء کو عدالتِ عالیہ سے حسرتؔ کو دو سال کی قید اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی دی گئی۔ اسی دن سے حسرتؔ کی جیل کی زندگی کا آغاز ہوا۔ جیل میں پوری مدت تک حسرتؔ کو روز ایک من آٹا پیسنا ہوتا تھا۔ یہ بڑا پُر مشقت کام تھا۔ مگر حسرتؔ کے آہنی حوصلوں سے انگریز حکومت کے ظلم وستم ٹکرا کر پاش پاش ہوجایا کرتے تھے۔ یہاں بھی حسرتؔ کی طبیعت کی لطافت اِن مشقتوں سے ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوئی اور اُن کی زبان سے اشعار کے پھول جھڑتے رہے۔ اس قیدِ سخت کی صبر آزما کیفیت کو حسرتؔ کے اندر موجود شاعر یوں بیان کرتا ہے۔

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی　　ایک طرفہ تماشہ ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی
جو چاہے سزا دے لو تم اور بھی کھیل کھیلو　　پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

ایم۔ حبیب خاں حسرتؔ کی سیاسی سرگرمیوں میں دلچسپی کے تعلق سے لکھتے ہیں۔۔۔ 'قید سے رہا ہونے کے بعد حسرتؔ کے دوستوں نے اُن کو سیاست سے بعض رہنے کا مشورہ دیا مگر اُنھوں نے اپنے قریبی اور گہرے دوستوں کے اِس مخلصانہ مشورے کو قبول نہیں کیا بلکہ اُن کے ارادے میں اور پختگی پیدا ہو گئی۔ بہت سے خریداروں نے اسی بنا پر 'اردوئے معلیٰ' کا چندہ دینا بند کردیا اور لوگ بھی ملنے جلنے سے کترانے لگے مگر اُنھوں نے کسی کی پرواہ نہ کی اور اپنے شغل کو جاری رکھا۔' ۴

جیل کی صعوبتیں اور مشقتیں بھی حسرتؔ کے آہنی حوصلوں کو پست نہ کرسکیں، بلکہ رہائی کے بعد وہ ایک نئے جوش وخروش کے ساتھ سرگرم ہوگئے۔ انگریز حکومت کے خلاف اُن کا طرزِ عمل سخت اور شدید ہو چکا تھا۔ اب اس چنگاری نے شعلے کا روپ اختیار کرلیا تھا۔ اُن کی بے باکی اور انگریز دُشمنی 'اردو معلیٰ' کے ذریعے عام ہورہی تھی۔ انگریزی سرکار بھلا یہ کس طرح برداشت کرتی۔ حسرتؔ موہانی کی سرگرمیاں حکومت مخالف تھیں۔ بالآخر دوسری مرتبہ ۱۳، اپریل ۱۹۱۶ء کو حسرتؔ پھر گرفتار کیے گئے۔ اس مرتبہ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک قید رہے۔ اس کے بعد وہ تحریکِ خلافت میں شامل ہوگئے۔ ۱۹۲۰ء میں تحریکِ ترکِ موالات میں شامل ہوکر سودیشی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء میں حریت کامل کی تجویز پیش کی جس کے نتیجہ میں ۲۲، اپریل ۱۹۲۲ء کو حسرتؔ پھر گرفتار کرلیے گئے۔ بالآخر ۱۹۲۴ء میں رہا ہوئے۔

حسرتؔ کی شاعری کو حوادثِ زمانہ نے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں کیا۔ ایک طرف قید وبند کی سختیاں تو دوسری طرف مالی پریشانیوں کا ہجوم اور ہندوستان کی آزادی کا جنون، اس کے باوجود حسرت کی شاعری اپنے اندر وہی رنگِ تغزل لیے ہوئے روایتی ناز وانداز سے رواں دواں غزل کے متوالوں کو اپنی زلفِ گرہ

E- ISSN 2582-5429

AMRJ

Akshara Multidisciplinary Research Journal

Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal

July- September 2021 Vol. 03 Issue. I SJIF Impact- 5.54

گیر کا دیوانہ بتائی جاتی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کسی خاص مکتبِ فکر کے حامی نہ تھے۔ وہ ایک طرف کانگریس کے پلیٹ فارم سے ہندوستان کی آزادی کے لیے پُر زور لڑائی لڑ رہے تھے تو دوسری طرف انہیں مسلم لیگ کی سرگرمیوں میں شرکت سے بھی کوئی پرہیز نہیں تھا۔ وہ سن ۱۹۰۴ء میں ممبئی میں منعقد ہونے والے انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس میں ایک باوقار مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے اور انہوں نے ۱۹۲۰ء میں احمد آباد کے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ کی صدارت بھی کی۔ ایک طرف تو حسرت سخت مذہبی خیالات کے حامل تھے مگر دوسری طرف وہ کمیونسٹوں کی سیاسی تحریکوں سے بھی اپنے آپ کو بعض نہیں رکھ پاتے تھے۔ حسرت ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ پہلی بار ۱۹۲۵ء میں کانپور میں آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر بھی وہی تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسرت کے سر میں بس آزادیٔ ہند کا سودا سمایا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی طرح اور کسی بھی محاذ سے آزادی کی جنگ کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرقہ واریت کے بیج بونے کی نیت سے انگریزوں نے تقسیم بنگال کا شوشہ چھوڑا۔ اس علاقائی تقسیم سے ہر دو فرقوں میں مذہبی منافرت کے پروان چڑھنے کے قوی امکانات تھے۔ اسی لیے جہاندیدہ ہندوستانی رہنماؤں نے اس منصوبہ کی زہر افشانی کو بھانپتے ہوئے اس کی پُر زور مخالفت کی اور اس مجوزہ تقسیم کے خلاف زبردست تحریک کا آغاز کر دیا۔ حسرت اس میں پیش پیش تھے۔ ۱۹۰۵ء میں آل انڈیا انڈسٹریل کانفرنس منعقد ہوئی۔ حسرت موہانی نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ یہیں سے انہوں نے بدیسی مال کا بائیکاٹ کیا اور سودیشی کے مبلغ بن گئے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد نہ کرا لیا۔ بقول ایم۔ حبیب خاں، حسرت موہانی پہلے ہندوستانی تھے جنھوں نے سودیشی کپڑوں کی تجارت کی۔ لکھتے ہیں۔۔۔

'مولانا شبلی، حسرت کے بڑے گہرے دوست تھے۔ شبلی نے حسرت کو سر فاضل بھائی کریم بھائی سے ملا دیا۔ حسرت نے مسٹن روڈ پر علی گڑھ خلافت اسٹور لمیٹڈ قائم کیا جس میں عرصے تک سودیشی کپڑے خرید و فروخت کرتے رہے۔ اس طرح حسرت پہلے ہندوستانی تھے جنھوں نے سودیشی کپڑوں کی تجارت کی۔' ۵

ظ۔ انصاری اپنے منفرد طرز میں حسرت کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ آج مجھے حسرت مرحوم بہت یاد آئے۔ ہمارے کل سدھار گئے دنیا سے۔ ایسا مخلص آدمی بھی کم پیدا ہوتا ہے اور اتنا خلوص جس میں ہو وہ بہت کم مقبول رہ جاتا ہے۔ ہمارے حسرت موہانی مخلص آدمی۔ غور کرتا ہوں تو ایسا نظر آتا ہے کہ خلوص وہیں تک اچھی چیز ہے جہاں اس کے بغیر کام نہ چلے، اور جہاں اس کے بغیر کام چلتا ہو وہاں خلوص برتنا نقصان دے جاتا ہے۔ پہلی بات میں مسٹر جناح کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے اور دوسری بات میں حسرت موہانی کی ناکامی کا راز۔ اس راز کو مولانا ابوالکلام آزاد نے سمجھا اور جیت گئے۔ اسی راز کو مولانا محمد علی نے نہ سمجھا اور چت ہو گئے۔ خلوص دو دھاری تلوار ہے، اس کا ہر وقت برہنہ رہنا خطرناک ہے۔ اس کی دوسری دھار سے بڑے بڑے سورما زخمی ہوئے ہیں۔ خلوص کی تاریخ میں بڑے بڑے عبرت کے مقام آئے ہیں۔ ہمارے حسرت مخلص آدمی تھے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ لوگوں نے آزادی کی جنگ میں لہو کو گرما دینے والا نعرہ انقلاب زندہ باد تو یاد رکھا مگر اس انقلابی نعرہ کے خالق مولانا حسرت موہانی کو یکسر بھلا دیا۔ یہ تنگ نظر مورخین کی کوتاہ ذہنیوں اور ہماری بے اعتنائیوں کا ثمرہ ہے کہ حسرت موہانی جیسے حریت پسند محبِ وطن، عظیم شاعر اور بیباک صحافی کو ذہن و فکر کے صفحوں سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔ اسی کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ تلاشِ بسیار کے بعد بھی حسرت پر مستند اور معتبر تحریری مواد دستیاب نہیں ہو پاتا۔ حسرت موہانی کی عمر کے آخری ایام بڑی عسرت میں گزرے لیکن طبیعت میں قناعت اور فطرت میں غیرت مندی تھی اس لیے کبھی غربت و تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ آخر کار ملک کو کامل آزادی اور انقلاب زندہ باد جیسے پُر جوش نعروں کی سوغات عطا کرنے والا یہ آفتابِ حریت ۱۳ مئی ۱۹۵۱ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

حوالہ جات:

۱۔ حُبِ وطن : الطاف حسین حالؔی ۔ روز بازار پریس، امرتسر ۱۹۱۰ء (صفحہ ۵)
۲۔ حسرت موہانی کی سیاسی ڈائری : اثر بن یحیٰی انصاری ۔ عالیہ پبلیکیشنز، دھولیہ ۱۹۷۷ء (صفحہ ۲۸۔۲۹)
۳۔ اُردو صحافت آزادی کے بعد : ڈاکٹر افضل مصباحی ۔ عرشیہ پبلیکیشنز، دہلی ۲۰۱۳ء (صفحہ ۲۲۔۲۳)
۴۔ ہندوستانی ادب کے معمار حسرت موہانی : ایم۔ حبیب خاں ۔ وِل آفسیٹ، دہلی ۱۹۱۰ء (صفحہ ۴۴)
۵۔ ایضاً ۔ (صفحہ ۳۷)

■ ■ ■